خیبر پختونخواہ حکومت کا مدارس رجسٹریشن ترمیمی ایکٹ......ایک نیا پھندہ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

خیبر پختونخواہ میں پی ٹی آئی اور جماعت اسلامی کی مخلوط حکومت کی طرف سے دینی مدارس کی رجسٹریشن کے طے شدہ طریقہ کار کو تبدیل کرنے، نئے مدارس کے قیام کا راستہ روکنے اور موجودہ مدارس کے منتظمین کے مسائل ومشکلات میں اضافے کے لیے 1860ء کے سوسائٹی ایکٹ میں ترمیم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو حیران کن ، ناقابل فہم اور غیر دانشمندانہ کوشش ہے۔اس سلسلے میں چند قابل توجہ امور پیش خدمت ہیں۔

☆1860ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت یوں تو تمام رفاہی وفلاحی ادارے،سوسائٹیز، مساجد اور دینی مدارس رجسٹرڈ ہوتے رہے ہیں لیکن کچھ عرصے سے یہ ایکٹ محض دینی مدارس کی رجسٹریشن کا قانون بن کر رہ گیا ہے اور ایک منصوبہ بندی کے تحت دینی مدارس کی رجسٹریشن کو ایک ہوا بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ دینی مدارس کو رجسٹریشن سے انکاری باور کروایا جائے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت خود رجسٹریشن سے انکاری ہے اور رجسٹریشن کرنے کے معاملے میں لیت ولعل سے کام لیا جاتا ہے اور ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں ایسی درخواستیں ہیں جو التوا کا شکار ہیں اور متعلقہ رجسٹرار اور افسران رجسٹریشن کے لیے آمادہ نہیں ،مدارس کی رجسٹریشن کے عمل کو مشکل سے مشکل ترین بنایا جائے اور بار بار رجسٹرڈ مدارس کو غیر رجسٹرڈ قرار دے کر کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے چنانچہ مدارس کی کردار کشی کی مہم کے ایک حصے کے طور پر رجسٹریشن کے معاملے کو استعمال کیا جارہا ہے۔بدقسمتی سے یہ سلسلہ نائن الیون کے بعد سے شروع ہوا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی پیچیدگی میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور حکمران اس وقت کے موجودہ قانون کی صریحاً خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس پر عملدرآمد یا اسے نافذ کرنے کے لیے کسی طور پر تیار نہیں۔

یادر ہے کہ پرویز مشرف دور میں اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے مشورے اور اتفاق کے ساتھ ۱۸۶۰ء سوسائٹی ایکٹ میں مدارس کی رجسٹریشن کے لیے دفعہ ۲۱ کی آئینی ترمیم کی گئی تھی جس کو اسمبلیوں سے پاس کروایا گیا ،اس پر باقاعدہ قانون سازی ہوئی اور اس ترمیم کو ایکٹ کا درجہ حاصل ہوا اور پھر اسے نافذ العمل قرار دیا گیا اس کے مطابق تمام دینی مدارس نے رجسٹریشن کروائی ،اسی ترمیم کی روشنی میں بننے والی حکمت عملی کو اپنا لیا گیا لیکن اب پورے ایک عشرے کے بعد دوبارہ سے خیبر پختونخواہ کی حکومت اس طے شدہ معاملے کو بلاوجہ متنازعہ بنانے پر تل گئی ہے اور نئی ترمیم کا پنڈورہ باکس کھولنے کی کوششیں کی جانے لگی ہیں جو کسی بھی فساد کی بنیاد بن سکتی ہیں۔

بظاہر تو 1860ء کے سوسائٹیز ایکٹ میں ترمیم کی بات ہو رہی ہے لیکن عملاً اب یہ ایکٹ دینی مدارس کی رجسٹریشن کے ساتھ منتھی ہو کر رہ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جو ترمیم تجویز کی گئی اس کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی ترمیم کا مقصد مدارس کی مشکلیں کسنے کے سوا اور کچھ نہیں۔واضح رہے کہ دینی مدارس کے معاملات چونکہ ملکی سطح پر دیکھے جاتے ہیں ،وزارت داخلہ ،وزارت مذہبی امور اور وزارت تعلیم سمیت تمام اداروں اور وزارتوں کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔مدارس اور دینی تعلیم کا تعلق چونکہ تمام اسلامیان پاکستان کے مذہب وعقیدے اور دین کے ساتھ ہے اس لیے اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد بھی دینی مدارس کے معاملات مرکز سے ہی ہینڈل کیے جاتے ہیں۔صوبائی سطح پر مرکز اور دیگر صوبوں سے ہٹ کر کوئی نئی پالیسی تشکیل نہیں دی جاتی لیکن اب بے جا طور پر خیبر پختونخواہ حکومت اس مہم جوئی کی کوشش کر رہی ہے جو ملک بھر میں انتشار پیدا کرنے کا باعث بنے گی۔

ہمارے ہاں ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ کسی بھی قسم کی قانون سازی یا کسی بھی پالیسی کی تشکیل سے قبل تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لینا ضروری خیال کیا جاتا ہے چنانچہ پرویز مشرف جیسے ڈکیٹر کے دور میں بھی جب سوسائٹی ایکٹ میں اکیسویں دفعہ کی ترمیم کی گئی تو اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت کو اعتماد میں لینا ضروری خیال کیا گیا جبکہ خیبر پختونخواہ کی حکومت نے اعتماد میں لینا یا اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت سے رابطہ کرنا تو دور کی بات کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی جس سے اندازہ ہوتا ہے دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔

خیبر پختونخواہ حکومت کی طرف سے مدارس کے ساتھ روا رکھے جانے والے اس معاندانہ رویے پر ہمارے لیے سب سے حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے خیبر پختونخواہ حکومت میں شریک اقتدار ہونے کے باوجود یہ کھچڑی کیسے تیار ہوئی اور اسمبلی میں پیش کرنے کا مرحلہ آن پہنچا مگر جماعت کی صفوں میں ہنوز مکمل خاموشی ہے۔اگر ہم اس ترمیم کا شق وار جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترمیم محض مدارس کے قیام میں روڑے اٹکانے اور مدارس کے منتظمین کو پریشان کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔اس ترمیم میں رجسٹرار کو ضروری تفتیش کی اجازت دی گئی۔تفتیش اور ویریفکیشن کا عمل تو پہلے بھی ہوتا تھا جو اسپیشل برانچ یا قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعے

عمل میں لایا جاتا تھا لیکن اب رجسٹرار کو یہ اختیار دے کر بیوروکریسی کا وہ روایتی حربہ اختیار کیا گیا ہے جس کے تحت رجسٹرار کی تفتیش کی بیل کبھی منڈھے نہیں چڑھ پائے گی اور گاہے اس کی تفتیش کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے بھاری بھرکم رشوت کا سہارا لینا پڑے گا بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ محض ضروری تفتیش ہی نہیں رجسٹرار کو رجسٹریشن کی درخواست بلاوجہ مسترد کرنے کا بھی حق دیا جارہا ہے تاکہ بیک جنبش قلم اس درخواست کو کوڑے دان میں ڈال دیا جائے اور رجسٹریشن کی درخواست دینے والے رجسٹرار صاحب کے در دولت پر زنجیر عدل ہی ہلاتے رہ جائیں۔ اس ترمیم میں رجسٹرار کے پاس سالانہ رپورٹ اور آڈٹ شدہ اکاؤنٹس کو شائع کرنے کے لیے جمع کروانے کا پابند بنایا جارہا ہے۔ چونکہ کچھ عرصے سے یہ چلن عام ہو گیا ہے کہ دینی مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو مختلف طریقوں سے ہراساں کرکے مدارس کے مالی تعاون سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ رپورٹس جمع کروانا ان کوششوں میں اضافے کا باعث بنے گا بلکہ دلچسپ امر یہ ہے کہ جس رجسٹرار کے پاس رپورٹس ریکارڈ اور ضروری کاروائی کے لیے جمع کروائی جاتی تھیں اس ترمیم میں مالی اور سالانہ رپورٹس کے جمع کروانے کا مقصد ان کی اشاعت قرار دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے ان کی اشاعت تو ادارے کی اپنی ذمہ داری ہے۔ عوام کی معلومات کے لیے رجسٹرار نے ان کی اشاعت کا بیڑہ کب سے اٹھا لیا؟ پھر اس شق میں یہ بھی کہا گیا کہ مجوزہ وقت اور طے شدہ طریقہ کار کے مطابق رپورٹس جمع کروائی جائیں گی یہ ایک نئی بات ہے کہ مجوزہ وقت اور طریقہ کار کون طے کرے گا اور کیا اس کی کوئی نئی شکل متعارف کروائی جائے گی؟ اس ترمیم میں ادارے کی رقوم کو رجسٹرار کی طرف سے متعین کردہ بینکوں میں جمع کروانے کا پابند بنایا جارہا ہے جو نہ صرف یہ کہ افراد اور اداروں کے بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے بلکہ اس میں بینکنگ سیکٹر میں بھی پسند ناپسند کی بنیاد پر فیصلے کیے جائیں گے اور رشوت و کمیشن خوری کا دروازہ بھی کھلے گا۔ اس ترمیم میں محض سال میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً مالی امور کی جانچ پڑتال کی ایسی کھلی چھوٹ دی جارہی ہے جو رجسٹرار کو داروغہ بنا کر رکھ دے گی۔ اس وقت محدود اختیارات کے باوجود مدارس کو بے شمار مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر وقتاً فوقتاً پیشیاں بھگتنی پڑیں تو مدارس کو حساب کتاب اور رجسٹرار کی پیشیاں بھگتنے کے لیے مستقل طور پر عملہ تعینات کرنا پڑے گا۔ بات صرف مالیات کی ہوتی تو بھی شاید کچھ گزارا ممکن تھا لیکن اس ترمیم کی دفعہ ۳ ب کی شق ۲ میں رجسٹرار یا مجاز افسر کو پراپرٹیکس کی تفصیل، جائیداد کی دستاویزات اور دیگر تفصیلات کی چھان بین کا بھی اختیار دیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں اتنا لمبا تردد کرنے کی بجائے ایک ایک رجسٹرار یا مجاز افسر ہر ہر مدرسہ کے گیٹ پر یا دفتر میں ہی بٹھا دیا جائے تاکہ وہ روزانہ کی بنیاد پر جانچ پڑتال کرکے اس کی رپورٹس ''اوپر'' بھجواتا رہے۔ ذرا تصور تو کیجیے کہ اگر یہ شق منظور کر لی جاتی ہے تو ہمارے ہاں فرقوں اور مسالک کی بنیاد پر ہونے والے امتیازی رویوں کے تحت ہر آنے والا افسر اپنے مخالف مسلک یا نظریات کے اداروں کو تو کسی طور نہیں چلنے دے گا اور ان اختیارات کا کس بے

رحمی سے استعمال کیا جائے گا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ اس ترمیم کی دفعہ چار میں ہر سال فیس کی ادائیگی کی صورت میں رجسٹریشن کی تجدید کی بات کی جارہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر سال رجسٹریشن کے جھنجھٹ میں پڑنا پڑے گا۔ یہ ''مہربانی'' بھی محض دینی مدارس کے ساتھ خاص ہوگی اس کے علاوہ کسی سوسائٹی، این جی او یا کسی بھی اسکول کو اس قسم کے کسی تردد کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

اس ترمیم کی دفعہ ۲ الف کی ذیلی دفعہ ۱۳ انتہائی مضحکہ خیز ہے جس کے تحت ''کسی بھی جرم کی صورت میں ہر ڈائریکٹر، مینیجر، سیکرٹری اور دیگر ممبران اس جرم کے مرتکب تصور ہوں گے جب تک وہ اپنی بے گناہی نہ ثابت کردیں'' کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں بے گناہی ثابت کرتے کرتے بندہ قبر تک پہنچ جاتا ہے بلکہ اس کی کئی نسلیں گزر جاتی ہیں اس لیے یہ شق ایک ایسی تلوار ہے جو عوام الناس کو دینی مدارس سے دور رکھنے کے لیے ان کے سروں پر لٹکائی جارہی ہے تاکہ خوف وہراس کی فضا میں کوئی دینی مدارس کا دست وبازو نہ بن سکے۔

اس ترمیم میں اس بات پر بھی قدغن لگانے کی کوشش کی گئی کہ رجسٹرار کی اجازت کے بغیر دستور میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکے گی، کسی ممبر یا عہدیدار کو استعفیٰ دینے یا شامل ہونے کا حق حاصل نہیں ہوگا حتی کہ مرکزی دفتر اور پتہ تک تبدیل نہیں کیا جاسکے گا یہ سب چیزیں بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہیں اور ساری دنیا میں رفاہی وفلاحی کام کرنے والوں کو بہت سے رعایتیں اور آزادیاں حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔

یہ تو محض بطور نمونہ چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس ترمیمی بل کا جائزہ لیا جائے تو اس میں پیچیدگی ہی پیچیدگی اور بدنیتی ہی بدنیتی دکھائی دیتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترمیمی بل کسی بیرونی ایجنڈے کی تکمیل یا اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنے اور اسلام کی تعلیم وتربیت کے پرانے چراغوں کو گل کرنے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لیے بجا طور پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور اتحاد تنظیمات مدارس نے اس بل کو مسترد کردیا ہے اور اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کوشش کو کسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دیا جائے گا۔

☆☆☆